ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 02 No. 4. Oct-Dec 2024.Page#.1385-1409
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

TOLERANCE OF THE CALIPHS OF ISLAM TOWARDS NON-MUSLIM SUBJECTS: HISTORICAL EVIDENCE AND TESTIMONIES OF ORIENTALISTS

خلفائے اسلام کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری: تاریخی شواہد اور مستشرقین کی گواہی

Dr.Abdul Rahman
Assistant Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat Pakistan
Onlyimran2010@gmail.com
Sikander Ali Leghari
Assistant Professor in Muslim History, Department of College education Government of Sindh
legharisikanderali@gmail.com
Ayesha Shabbir Ahmed
Lecturer, GCWU, Sialkot
ayesha.shabbir@gcwus.edu.pk

ABSTRACT
From its very inception, Islam not only introduced the concept of global unity based on the doctrine of monotheism but also practically implemented principles of justice, equality, and tolerance in human society. This gave rise to a unique system of governance that challenged the oppressive and tyrannical regimes of its time. During the eras of the Rightly Guided Caliphs, followed by the Umayyads and Abbasids, the Islamic government protected the rights of non-Muslim subjects with justice and fairness, setting a shining example in world history. Non-Muslim citizens under the Islamic Caliphate known as "dhimmis" were granted complete freedom of life, property, religion, and worship. Moreover, the Islamic state itself guaranteed their religious, cultural, judicial, and economic rights. The rulers consistently maintained a policy of non-interference in their places of worship, religious leaders, and customs. The continuity of this tolerance is not merely an ethical claim but a reality supported by concrete historical evidence found in the Qur'an, the Prophetic Sunnah, and the conduct of the Companions (may Allah be pleased with them).The legitimacy of this system of governance has been affirmed not only by Muslim historians but also by impartial Orientalists, historians, and observers, who have attested to the benevolent treatment, justice, and equality extended to non-Muslim subjects under the Islamic Caliphate. Statements by figures such as Edward Gibbon, Johann Wolfgang von Goethe, Thomas W. Arnold, and other Western thinkers testify that non-Muslims were not only secure within the Islamic state but also enjoyed the status of respected citizens. This essay, in light of historical evidence and Orientalist testimonies, aims to academically demonstrate the brotherly, just, and tolerant attitude adopted by the Islamic Caliphate toward its non-Muslim citizens a model that remains exemplary in today's global social context.

Keywords: Tolerance, Caliphs of Islam, Non-Muslim, Historical Evidence, Testimonies of Orientalists

اسلام نے اپنے ابتدائی دور ہی سے نہ صرف ایک عقیدۂ توحید کی بنیاد پر عالمی وحدت کا تصور پیش کیا، بلکہ انسانی معاشرت میں عدل، مساوات اور رواداری جیسے اصولوں کو عملی شکل دے کر ایک ایسا منفرد نظامِ حکمرانی فراہم کیا جو وقت کے ظالمانہ اور استبدادی نظاموں کے لیے ایک چیلنج بن گیا۔ خلفائے راشدین اور بعد ازاں بنو امیہ و بنو عباس کے ادوار میں اسلامی حکومت نے جس عدل و انصاف کے ساتھ غیر مسلم رعایا کے حقوق کی حفاظت کی، وہ دنیا کی تاریخ میں ایک روشن مثال کے طور پر تسلیم کی جاتی ہے۔ اسلامی خلافت کے زیرِ نگین آنے والے غیر مسلم شہریوں — جنہیں "ذمی" کہا جاتا ہے — کو نہ صرف جان، مال، مذہب اور عبادات کی مکمل آزادی حاصل رہی، بلکہ ان کے مذہبی، تہذیبی، عدالتی اور معاشی حقوق کی ضمانت ریاستِ اسلامیہ نے خود دی۔ ان کے عبادت خانوں، مذہبی پیشواؤں اور رسوم و رواج میں دخل اندازی نہ کرنا اسلامی حکمرانوں کی مستقل پالیسی رہی۔ قرآنِ مجید، سنتِ نبوی اور صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل میں اس رواداری کا جو تسلسل پایا جاتا ہے، وہ محض ایک اخلاقی دعویٰ نہیں بلکہ ٹھوس عملی شواہد پر مبنی ایک حقیقت ہے۔ اس طرزِ حکمرانی کی حقانیت صرف مسلم مؤرخین نے بیان نہیں کی، بلکہ غیر جانبدار مستشرقین، مؤرخین اور مشاہدین نے بھی اسلامی خلفا کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک اور عدل و مساوات کی بھرپور گواہی دی ہے۔ گبن (Gibbon)، گوئٹے (Goethe) ، آرنلڈ (Thomas W. Arnold) اور دیگر مغربی مفکرین کے بیانات اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم نہ صرف محفوظ تھے بلکہ انہیں ایک باعزت شہری کا مقام حاصل تھا۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم تاریخی شواہد اور مستشرقین کی گواہی کی روشنی میں اس حقیقت کو علمی انداز میں واضح کریں گے کہ اسلامی خلافت نے اپنے غیر مسلم شہریوں کے ساتھ کیسا برادرانہ، منصفانہ اور روادارانہ رویہ اختیار کیا، جو آج کے عالمی معاشرتی تناظر میں بھی ایک مثالی ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔

خلفائے اسلام کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری

اسلام ایک ایسا دین ہے جو عدل، مساوات اور انسانی حرمت کے اصولوں پر مبنی عالمی نظامِ حیات پیش کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کسی خاص قوم، نسل یا مذہب تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہیں۔ اسی بنیاد پر جب اسلامی ریاستیں قائم ہوئیں تو ان کی حکمرانی صرف مسلمانوں پر نہیں، بلکہ غیر مسلم رعایا پر بھی محیط تھی۔ اس وسیع تر انسانی دائرے میں اسلام نے ہر فرد کے بنیادی حقوق، جان، مال، مذہب، عزت اور عبادات کے تحفظ کو ایک دینی، اخلاقی اور ریاستی فریضہ قرار دیا۔

اسلامی اصول اور قرآنی و نبوی ہدایات

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو غیر مسلم رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک، عدل اور رواداری کی تلقین کی ہے۔ قرآنِ کریم میں فرمایا گیا:

"لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن
تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[1]"

---

[1] سورۃ الممتحنۃ:8

"اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو نہ دین کے معاملہ میں تم سے لڑے اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے بھی اہلِ ذمہ کے بارے میں واضح ہدایات دیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"أَلَا مَن ظَلَمَ مُعَاهِدًا، أَوْ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[2]"

"خبردار! جس نے کسی معاہد (غیر مسلم رعایا) پر ظلم کیا، یا اس کے حقوق کم کیے، یا اس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی، یا اس سے زبردستی کوئی چیز لی، تو قیامت کے دن میں خود اس کا وکیل ہوں گا۔"

یہ حدیث ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے جان و مال اور حقوق کی حفاظت کی شدید تاکید پر دلالت کرتی ہے۔

نبوی اسوہ اور خلفائے راشدین کی روش

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تو سب سے پہلا معاہدہ ہی یہودی قبائل کے ساتھ "میثاقِ مدینہ" کے تحت کیا، جس میں ان کے دینی، عدالتی، تہذیبی اور قبائلی حقوق کو تسلیم کیا گیا۔ اسی طرح خلفائے راشدین، خصوصاً حضرت عمرؓ نے شام، عراق، مصر اور فارس کے مفتوحہ علاقوں میں غیر مسلموں کے ساتھ جو معاہدات کیے، وہ رواداری کی درخشاں مثالیں ہیں۔

حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کے مسیحیوں کے ساتھ صلح کا جو معاہدہ کیا، اس میں درج ہے:

"یہ وہ امان ہے جو بندۂ خدا امیر المومنین عمر نے ایلیاء (بیت المقدس) کے باشندوں کو دی: ان کی جانوں، مال، گرجاگھروں، صلیبوں، مذہب اور سب کچھ کے لیے امان ہے... ان کے مذہبی پیشواؤں اور راہبوں کو بھی کچھ نہ کہا جائے گا، اور ان کے گرجاگھر نہ گرائے جائیں گے اور نہ ہی ان میں کسی قسم کی مداخلت کی جائے گی[3]"...

یہ معاہدہ نہ صرف اس وقت کی رواداری کی عکاسی کرتا ہے بلکہ آج کے بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیارات سے بھی کہیں بلند ہے۔

فقہائے اسلام کا نقطۂ نظر

ائمہ اربعہ اور دیگر جلیل القدر فقہاء نے غیر مسلم رعایا (اہل الذمہ) کے حقوق پر مفصل کلام کیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ (متوفی 182ھ) اپنی کتاب کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

---

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی۔ سنن ابو داؤد۔ تحقیق: محمد محیی الدین عبد الحمید۔ بیروت: دار الفکر، 2005۔ حدیث نمبر 305

[3] ابن القیم، أحکام أهل الذمة، جلد 2 (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1997ء)، 572۔

"إنه يجب على الإمام أن يفي لهم بشرطهم، وأن لا يُكَلَّفُوا ما لا يطيقون، ولا يؤخذ منهم فوق طاقتهم، وأن يُحْسَنَ إليهم كما يُحْسَن إلى المسلمين[4]".

"امام پر لازم ہے کہ وہ اہلِ ذمہ سے کیے گئے معاہدوں کی پاسداری کرے، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے، ان کے ساتھ بھی اسی طرح حسنِ سلوک کرے جیسے مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔"

تاریخی نظائر: رواداری کے روشن باب

خلافتِ عباسیہ کے دور میں، خاص طور پر ہارون الرشید اور مامون الرشید کے ادوار میں، غیر مسلموں کو ریاستی مناصب، علمی اداروں اور عدالتوں تک رسائی حاصل تھی۔ بیت الحکمت میں عیسائی، یہودی اور صابئ اہلِ علم نے اہم خدمات انجام دیں۔ تھامس آرنلڈ (Thomas W. Arnold) اسلامی رواداری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The Muslims, when they conquered a new land, left the native religions untouched and guaranteed protection and freedom of worship to the people."[5]

اسی طرح معروف مؤرخ گبن (Edward Gibbon) کا کہنا ہے:

"The Mohammedan conquerors respected the lives and properties of the Christians, and allowed them religious liberty."[6]

رواداری کا عملی اثر

مسلمان حکمرانوں کی اس رواداری کا اثر یہ تھا کہ اہلِ ذمہ نہ صرف ریاست کے وفادار شہری بنے بلکہ مسلم معاشروں کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے رہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی مسلمانوں کے خلاف اجتماعی بغاوت نہیں کی، بلکہ اکثر موقعوں پر مسلمانوں کے ساتھ مل کر خارجی حملہ آوروں کے خلاف مزاحمت کی۔ اسلامی ریاست کا نظامِ حکومت محض نظری اصولوں پر مبنی نہیں بلکہ اس نے عملی طور پر غیر مسلم رعایا کے حقوق کی حفاظت، مذہبی آزادی اور سماجی ہم آہنگی کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ اگر بعض حکمرانوں سے اس میں کوتاہی ہوئی تو وہ اسلام کی تعلیمات نہیں، بلکہ ان کی ذاتی یا سیاسی کمزوریاں تھیں۔ اسلامی تاریخ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمان حکمرانوں کے حسنِ سلوک کی گواہ ہے، اور یہ ایک ایسا باب ہے جس پر دنیا کی کوئی اور تہذیب اس شدت و وسعت سے فخر نہیں کر سکتی۔

فلما رأى أهل الذمة وفاء المسلمين لهم وحسن السيرة فيهم صار والشداء على عدو المسلمين وعوناً لهم للمسلمين على اعدتهم.[7]

اہل الذمہ نے جب مسلمانوں کی عہد کی پابندی اور اپنے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ دیکھا تو وہ مسلمانوں کے دشمنوں کے سخت دشمن اور ان دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے معاون و مددگار بن گئے۔

---

[4] ابو یوسف، کتاب الخراج (بیروت: دار المعرفۃ، 1979ء)، 124۔

[5] Arnold, *The Preaching of Islam*, 1896, p. 56

[6] Gibbon, *The History of the Decline and Fall of the Roman Empire*, Vol. 5

[7] ابو یوسف، کتاب الخراج، تحقیق: شاکر ذیب (بیروت: دار المعرفۃ، 1979ء)، 80۔

اسلامی تاریخ میں غیر مسلم رعایا کی وفاداری اور رواداری کی عظیم مثالیں

اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ مسلمانوں کا طرزِ عمل اس قدر عدل، رواداری اور حسنِ سلوک پر مبنی تھا کہ تاریخِ عالم میں اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ مسلمانوں نے جہاں غیر مسلموں کو مذہبی آزادی دی، وہیں ان کے جان و مال اور عبادات کا مکمل تحفظ بھی یقینی بنایا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب بھی مسلمانوں کے مابین خانہ جنگیاں ہوئیں، غیر مسلم رعایا نے کبھی ان سے فائدہ اٹھا کر بغاوت نہیں کی، بلکہ ہمیشہ وفادار رہے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور غیر مسلموں کا طرز عمل

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں پہلی مرتبہ خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان بھی طویل محاذ آرائیاں ہوئیں، لیکن حیرت انگیز طور پر غیر مسلم رعایا نے کبھی ان خانہ جنگیوں کا فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔ نہ وہ کسی فریق کے ساتھ شامل ہوئے اور نہ ہی مسلمانوں کی داخلی کمزوریوں کا سیاسی فائدہ اٹھایا۔ ممتاز محقق مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

> "اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ غیر مسلم اقوام جو اس کے زیر حکومت آئیں، انہوں نے اسلامی سلطنت کے ساتھ ایسی وفاداری دکھائی کہ مسلمان آپس میں خانہ جنگی کرتے رہے لیکن وہ ان کے مقابل نہ آئے۔[8]"

قیصر روم کا پیغام اور غیر مسلم رعایا کا ردعمل

حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کے دور میں جب قیصرِ روم نے مسلمانوں کی خانہ جنگی کا فائدہ اٹھانا چاہا، تو اس نے اسلامی ریاست کے عیسائی شہریوں کو پیغام بھیجا کہ:

> "اب تمہارے لیے بغاوت کا وقت ہے، میں خود مسلمانوں پر حملہ کروں گا۔ تم اس وقت ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہو۔"

مگر جواب میں ان عیسائیوں نے صاف کہہ دیا:

> "ہم ان کافر (مسلمان) حکمرانوں کو تم جیسے مذہبی حکمرانوں پر ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ وہ نہ ہمارے مذہب میں مداخلت کرتے ہیں، نہ جبر کرتے ہیں، بلکہ ہمارے گرجوں اور خانقاہوں کی حفاظت اور مالی امداد کرتے ہیں۔[9]"

---

[8] شبلی نعمانی، **الفاروق**، جلد 2، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، ص 121

[9] عبدالعزیز دہلوی، **تاریخِ عزیزی**، جلد 1، مطبوعہ مطبع سراجی دہلی، ص 289

حضرت عمرؓ کے دور کی شہادت

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت میں شامل ایک عیسائی نے اپنے دوسرے شہر میں مقیم ہم مذہبوں کو خوشخبری دی کہ:

"آج کل ایک نئی قوم ہماری حاکم بن گئی ہے، مگر یہ قوم ظالم نہیں ہے۔ یہ ہمارے گرجاگھروں، عبادت گاہوں اور دینی اداروں کی نہ صرف حفاظت کرتی ہے بلکہ ان کی مالی مدد بھی کرتی ہے۔[10]"

یہ اصل دستاویز آج بھی بطور تاریخی شہادت محفوظ ہے اور ثابت کرتی ہے کہ اسلام کا رویہ مفتوح اقوام سے صرف بردباری کا نہیں بلکہ فلاحی اور حمایتی تھا۔

غیر مسلموں کی جانب سے صلیبی حکمرانوں کو جواب

صلیبی جنگوں کے دوران جب پوپ اور یورپی حکمرانوں نے اسلامی علاقوں کے عیسائیوں کو ابھارنے کی کوشش کی، تو ان کو یہی جواب ملا کہ:

"ہم مسلمانوں کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے ہمیں مذہبی، قومی اور تمدنی آزادی دی ہے، جب کہ تمہارے ساتھ ہمارا ماضی مظالم سے بھرا ہوا ہے۔[11]"

تاریخ اسلام کے یہ شواہد اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ ایسا نظامِ عدل ہے جو اقلیتوں کو وہ حقوق فراہم کرتا ہے جو دیگر مذاہب اور تہذیبوں نے کبھی فراہم نہ کیے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم رعایا نے مسلمانوں کی کمزوریوں اور داخلی خلفشار کے باوجود کبھی بغاوت نہ کی اور ہمیشہ اسلامی حکومت کے ساتھ وفاداری کا مظاہرہ کیا۔

مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری اور وسعت ظرفی کو دیکھتے ہوئے غیر مسلم رعایا کے ان کے وفادار بن جانے اور خوش آمدید کہنے کی ایک مثال سر تھامس آرنلڈ عیسائی رعایا کو ناراض کر لیا تو سلطنت روما کی آرتھوڈوکس رعایا کا مسلم رعایا کا بڑا حصہ جو قیصر کے مفتوحہ صوبہ جات میں آباد تھا، عربوں کا دوست بن جائے گا۔ قیصر کو بے دین سمجھ کر رعایا نے دشمنی کی نظر سے اپنے بادشاہ کو دیکھا اور یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں اپنے مونو تھیلتک عقائد کو زبردستی جاری کرنے میں ہم پر ظلم نہ کرنے لگے۔ پس عیسائی رعایا نے بالا تامل بلکہ شوق سے اپنے نئے حاکموں کا خیر مقدم کیا جنہوں نے ان کے دین کے سلامت رکھنے کا وعدہ کیا اور راضی ہو گئے کہ عیسائیوں کے مذہبی مراتب اور قومی آزادی میں مناسب انداز قائم کر دیں گے بشر طیکہ موجودہ خطرے سے وہ اپنے تئیں بچالیں۔ چنانچہ جب ہرقل کی فوج حمص کے شہر کے قریب آئی تو شہر والوں نے فصیل کے دروازے بند کر لیے اور مسلمانوں سے کہا تمہاری حکومت اور تمہارے انصاف کو یونانیوں کی بے انصافی اور معلم کے مقابلے میں بہتر جانتے ہیں۔[12]

---

[10] قاضی اطہر مبارکپوری، **سیرتِ عمر فاروقؓ**، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص 341

[11] سر تھامس آرنلڈ، **دعوت اسلام**، اردو ترجمہ: شبلی نعمانی، مطبوعہ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ص 83

[12] سید سلیمان ندوی، دعوتِ اسلام، باب سوم (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 2000ء)، 26۔

علامہ شبلی نعمانی نے عہد فاروقی میں اہل الذمہ کے ساتھ حضرت عمر کی نرمی اور درگزر کی پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ذمیوں کے ساتھ جو لطف و مراعات کی گئی تھی اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ ذمیوں نے ہر موقع پر خود اپنے ہم مذہب سلطنتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ساتھ دیا، ڈی ہی تھے جو مسلمانوں کے لیے رسد بہم پہنچاتے تھے۔ لشکر گاہ میں مینا بازار لگاتے تھے، اپنے اہتمام اور صرف سے سڑک اور پل تیار کراتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جاسوسی اور خبر رسانی کرتے تھے یعنی دشمنوں کے ہر قسم کے راز مسلمانوں سے آکر کہتے تھے حالانکہ یہ دشمن انہی کے ہم مذہب عیسائی یا پری تھے۔ ذمیوں کو مسلمانوں کے حسن سلوک کی وجہ سے جو اخلاص پیدا ہو گیا تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جنگ یرموک کے پیش آنے کے وقت جب مسلمان شہر حمص سے لکھے تو یہودیوں نے توریت ہاتھ میں لے کر کہا کہ جب تک ہم زندہ ہیں کبھی روی یہاں نہ آنے پائیں گے۔ عیسائیوں نے نہایت حسرت سے کہا: خدا کی قسم تم رومیوں کی نسبت کہیں بڑھ کر ہم کو محبوب ہو۔[13]

اسی طرح ڈاکٹر گستاؤلی بان خلفاء راشدین کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری اور نرمی ورعایت کی پالیسی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خلفائے راشدین نے سمجھ لیا کہ مذہب اور نظامات بزور شمشیر جاری نہیں ہو سکتے اور ہم نے دیکھا ہے کہ وہ جہاں کہیں گئے شام میں، مصر میں اندلس میں انہوں نے مفتوحہ اقوام سے نہایت ملائمت کا سلوک کیا اور ان کو قانون اور نظامات اور مذہب کی آزادی دی اور اس امن وامان کے بدلے جس کی انہوں نے ذمہ داری لی ان سے ایک تخفیف ما محصول لیا جو مقدار میں اس سے بہت کم تھا جو وہ پہلے دیتے تھے۔ دنیا میں کبھی ایسے متحمل اور روادار ملک گیر نہیں ہوئے اور نہ ایسا نرم اور مہربان کوئی مذہب ہوا۔ یہ رواداری یہ ملائمت جس کو مورخین اس قدر غلط سمجھتے ہیں، بہت بڑا سبب عربوں کی فتوحات کے پھیل جانے اور ان کے مذہب اور نظامات اور زبان کے ہر جگہ پاکستانی مقبول ہو جانے کا تھا۔[14]

اسلامی حکومتوں میں مذہبی رواداری

قاہرہ (مصر) کی جامعہ عین شمس میں تاریخ اسلام کے استاذ ڈاکٹر علی حسن الخربوعلی نے زیر بحث موضوع پر اپنی مستند کتاب الاسلام واصل اللہ مہ" میں زمانی و تاریخی ترتیب کے حساب سے خلفاء راشدین کے عبید حکومت، فکر عہد بنی امیہ، عبد بنی عباس اور عثمانی عبد حکومت کے علاوہ مصر اور بالا دانلدلس وغیرہ کی اسلامی حکومتوں میں اہل الذمہ کے ساتھ جس تسامح در داداری، عدل وانصاف اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جاتا رہا۔ اس کی پوری تفصیل اور متعدد نظائر بیان کیے ہیں جن کا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔ ان میں سے خلفاء راشدین اور خلفاء بنی امیہ اور خلفاء بنی عباس کے اپنی ذی رعایا کے ساتھ برتاؤ اور مذہبی رواداری کے حوالے سے بعض نظائر وامثال

[13] شبلی نعمانی، الفاروق، جلد2 (لاہور: المیزان، 2010ء)، 298۔

[14] لی بون، گوستاو۔ تمدنِ عرب۔ اردو ترجمہ: سید علی بلگرامی۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2006ء ص518

گزشتہ ابواب میں گزر چکی ہیں۔ زیر نظر فصل میں ہم اس سلسلے کی چند مزید نظائر پیش کریں گے، جس سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اسلام نے غیر مسلموں / اہل الذمہ کے حقوق اور ان محض کتاب دستور کی زینت نہیں بلکہ رئیس احمد جعفری کا یہ تجر دو تجزیہ قابل ملاحظہ ہے کہ و آبرو کے تحفظ کے حوالے سے جو تعلیمات اور ہدایات دی ہیں وہ عموماان تعلیمات پر پورا ہو را محمل کیاہے۔ زیر بحث معاملے کے حوالے سے رئیس احمد جعفری کا یہ تبصرہ و تجزیہ قابل ملاحظہ ہے کہ

"کوئی انسان بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ لغزشوں سے اس کا دامن پاک ہے۔ مسلمانوں سے بھی تاریخ کے ہر دور میں کچھ نہ کچھ غلطیاں سرزد ہوئیں لیکن غیر مسلموں کے ساتھ رواداری، منافقت، وسعت قلب اور عالی ظرفی کا مظاہرہ کچھ اس طرح رح مسلمانوں کی فطرت میں رہ گیاہے کہ انہوں نے کبھی بھی غیر مسلموں کو مسلمان ہو جانے پر مجبور نہیں کیا۔ نہ غیر مسلم ہونے کے سبب انہیں عام انسانی حقوق سے محروم کیا۔ مسلمان فرمانرواؤں نے خود مسلمانوں کو بہت ستایا، پریشان کیا، آپس کی جنگ میں خون کی ندیاں بہادیں، لیکن غیر مسلموں کو ہدف ستم نہیں بتایا۔ یہ کردار نتیجہ ہے ان واضح قرآنی ہدایات کا جنہیں مسلمانوں نے اپنے اندر جذب کر لیااور اس طرح جذب کیا کہ یہ چیز ان کی طبیعت کا جزو بن گئی اور اس خصوصیت کا اعتراف خود غیر مسلموں نے بڑی صفائی اور بے باکی سے کیا۔ "الفضل ما شهدت به الاعداء" (سب سے بڑی بڑائی وہ ہے جس کا اعتراف دشمن بھی کرنے پر مجبور ہو جائے)۔[15]"

خلیفہ مأمون الرشید کی مذہبی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کی پالیسی

علامہ شبلی نعمانی نے خلیفہ مامون عباسی کی اپنی غیر مسلم رعایاسے کمال بے تعصبی، رواداری، حد درجہ برداشت اور وسعت حد ظرفی کا ایک حیران کن واقعہ درج کیاہے۔ ایساتوہین آمیز واقعہ جو ایک عام مسلمان آدمی کے لیے بھی ناقابل برداشت تھا مگر خلیفہ نے سارے اختیارات واقتدار کا مالک اور ایسے جرم پر کڑی سے کڑی سزادینے کی قدرت واختیار رکھنے کے باوجود جس رواداری اور برداشت کا مظاہرہ کیا، مذاہب کی تاریخ میں اس کی مثال ماننا مشکل ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں:

"عبدالمسیح بن اسحاق کندی جو ایک عیسائی عالم اور معزز ملکی عہدے پر فائز تھامامون کے ایک عزیز کادلی دوست تھا۔ اس ہاشمی نے عبدالمسیح کو نہایت نرم لفظوں میں ایک دوستانہ خط لکھا کہ "اگر آپ مذہب اسلام قبول کرلیں توخوب ہو۔ مجھ کوافسوس ہے کہ ایک ایسے بچے مذہب کی طرف جیسااسلام ہے، اب تک آپ مائل نہیں ہوئے ہیں۔ اس خط کے جواب میں عبدالمسیح نے جو کچھ لکھا، کوئی شخص جب تک خود دیکھ نہ لے اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس نے برگزیدہ رہنمائے خلق یعنی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید و صحابہ کی نسبت وہ الفاظ لکھے کہ سن کر دل کانپ جاتاہے یہ پوراخط جو ایک رسالہ کی شکل میں ہے، بمقام لندن مطبع گلبرٹ اور رونگٹن، تھوڑے دن ہوئے چھاپاگیاہے۔ میں نے خود اس کو دیکھا

---

[15] اسلام اور رواداری، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1995، ص:88

اور ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ دیکھنے کے وقت ایک ایک حرف پر میرا دل لرز جاتا تھا۔ اگر آج عبد المسیح زندہ ہوتا تو تعزیرات ہند کے اثر سے کبھی نہ بچ سکتا۔ مامون کے سامنے یہ خط پایش ہوا تو اس نے پڑھ کر صرف اتنا کہا کہ "جو مذہب دنیا کے کام کا ہے اوزر تشت کا مذہب ہے اور جو محض آخرت کے لیے مفید ہے وہ عیسائی مذہب ہے لیکن دین و دنیا کے لیے جو مذہب موزوں ہے وہ اسلام ہے [16]

عباسی خلافت میں مذہبی ہم آہنگی کی مثال: خلیفہ مقتفی لِامر اللہ کا دور

عباسی خلیفہ مقتفی الامر اللہ کے عہد حکومت میں نسطوری عیسائیوں کے چیڑپارک عبد شیو سوم نے عیسائیوں کی طرف سے خلیفہ کو ایک درخواست دی تھی جس میں امیر المؤمنین کی حکومت کی برکت اور غیر مسلموں کے ساتھ عدل پروری اور تحفظ حقوق کا اعتراف کیا گیا تھا۔ اس درخواست کے جواب میں امیر المؤمنین نے درج ذیل سرکاری فرمان کے ذریعے عبد شیوم کو جو عزت اور اختیارات رہے، عیسائی رعایا کے لیے جن مراعات کا اعلان کیا اور ان کے جان ومال اور تمام حقوق کے تحفظ کی جس طرح یقین دہانی کرائی، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمان خلفاء غیر مسلم رعایا کے ساتھ کسی قدر رواداری اور فراخدلی کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ سید صباح الدین نے سید سلیمان ندوی کے ایک مضمون کے حوالے سے یہ فرمان یوں درج کیا ہے۔ تجھ کو اس تحریر کے ذریعے سے تمام نسطوری عیسائیوں کا "جاتلیق" مقرر کیا جاتا ہے جو دار الاسلام (بغداد) اور دیگر بلاد اسلام میں آباد ہیں، تجھ کو ان کا سردار بھی بنایا جاتا ہے اور نیز یونانی، یعقوبی اور ملکیہ فرقوں کا بھی، خواہ ان کی نمائندگی کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو اور جو ان نسطوریوں کے ساتھ کسی دوسرے ملک میں جمال ے تمام اہل مذہب میں صرف تجھ کو گرجاؤں اور مذہبی جلسہ گاہوں میں کیتھولیک کے نشانات پہننے کا اختیار ہے، کسی ارچ، بشپ، یاڈیکن کو ان کے پہننے کا یا ان میں شرکت کرنے کا استحقاق نہ ہوگا کیونکہ یہ اس بات کی نشانیاں ہیں کہ وہ اس عالی منصب اور عزت کے ماتحت ہیں جو تجھے بخشی گئیں، اگر ان عہدیداروں میں کوئی تیرے ساتھ مخاصمت یا اختلاف کرے گا یا تیرے احکام سے بغاوت کرے گا اور تیرے فیصلوں کو نہ مانے گا اس پر مقدمہ چلا کر سزا دی جائے گی۔ تا آنکہ وہ باز آجائے اور اس کی ضد ہٹ جائے تا کہ دوسروں کو ایسا کرنے کی جراءت نہ ہو، تمہارے قوانین کے احکام کلیہ محفوظ ہیں، امیر المومنین اپنے پیشر وائمہ سے مستند طریق عمل کے اتباع میں جو انہوں نے تیرے پیرو جاتلیتوں کے ساتھ برتے تھے، قانونی حق تیرے پروؤں کو عطا کیا ہے کہ تیری جان، تیرے مال اور تیری قوم کی حفاظت کی جائے گی، تمہاری بہبود کی ترقی میں کوشش کی جائے گی۔ تمہارے طریق دفن وکفن کا احترام کیا جائے گا، تمہارے گرجاؤں اور خانقاہوں کی حفاظت کی جائے گی، اس معاہدہ کی شرائط کی تعبیر میں ہم اس طریق عمل کے پابند ہیں جو اپنے اصول کے سخت پابند (ارتھوڈکس) خلفا کا تھا، جس کی اتباع ہمارے آئمہ اسلاف رضی اللہ عنہم کرتے رہے، یہ کہ ہم تم سے راضی رہیں گے، بشرطیکہ جزیہ ادا کرتے رہو جو تمہارے عاقل بالغ اور ذی مقدور مردوں سے لیا جائے گا۔

---

[16] محمد حمید اللہ، "المأمون"، جلد2 (کراچی: دار الاشاعت، 1985ء)، 118۔

> "نابالغ مرد اور عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، یہ ٹیکس شرح کے رحیمانہ اصول کے تحت پابندی ساتھ سال میں ایک مرتبہ وصول کیا جائے گا۔ امیر المومنین نے اپنی مہربانی سے عیسائیوں کے مختلف فرقوں کی نزاعات میں حکم بنا منظور کر لیا ہے تاکہ زبردست سے زبردست کا انصاف حاصل کیا جائے اور گمراہوں کو راہ پر لایا جائے اور ان کی نہ ہی ضروریات کے لحاظ سے ان کی خبر گیری کی جائے اور وہ اپنے مذہب پر صاف اور سیدھی راہ سے عمل کر سکیں ان انعامات کا جو تجھ کو عطا کیے گئے ہیں مستحق ہیں جو تیری روح کی خواہشوں کو پورا کرتے ہیں۔ امیر المومنین کے لیے شکر گزاری، احسان مندی اور دنیاداری کے ثبوت میں دعا اور طلب رحمت کیا کرو۔" [17]

عباسی خلیفہ کے اس فرمان پر ایک عیسائی مصنف ڈاکٹر منگانا کا تبصرہ اور مسلمان خلفاء کی رواداری کا اعتراف قابل ملاحظہ ہے: یہ ضرورت ہمیشہ محسوس کی جاتی ہے کہ ایک مستند بیان اس کے متعلق پیش کیا جائے کہ جس زمانہ میں اسلام نے کے ہاتھ میں لاکھوں عیسائیوں کی موت وحیات کا فیصلہ تھا۔ اسلام اور عیسائیت کے درمیان سرکاری روابط کسی قسم کے تھے۔ انفرادی حیثیت سے ممکن ہے کہ عیسائیوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے ایذائیں پاپائی ہوں، ایسی مثالیں تاریخ میں بھی کہیں کہیں ملیں گی کہ کسی صوبہ کے گورنر یا قاضی کے مذہبی جنوں میں یا کسی نیم دیوانہ شیخ اور ملا نے اپنے کسی مجنونانہ تخیل کی بنا پر عیسائیوں پر ظلم کیے ہیں۔ خلفاء میں سے بھی ایک دو نے مثلاً متوکل نے ضرور عیسائیوں کے خلاف بعض تکلیف دہ احکام نافذ کیے تھے۔ لیکن ان واقعات کو اگرچہ ان کی تعداد کس قدر زیادہ ہو اصول مذہب اور قانون کے خلاف سمجھنا چاہیے اور وہ لوگ جن کی وجہ سے یہ واقعات سرزد ہوئے ہیں۔ اسی طرح قانون کی خلاف ورزی کے مجرم تھے جس طرح ہر مجرم ہوتا ہے۔ اسلام کا اس بارے میں جو مل رہا ہے وہ اس چارٹر (سند فرمان) میں صاف الفاظ میں درج ہے جو اشک وشبہ کے بغیر اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ باوجودیکہ اسلام کا نظام سلطنت بعض تمدنی امور میں نامکمل رہا لیکن اس کا دامن ناروا داری سے پاک تھا۔ یہ فرمان ایک عباسی خلیفہ کے ایچ ان حکومت سے جاری ہوا لیکن کیا کوئی انگریز پوشاہ المبارک کی ملکہ یا فرانس کا صدر اس بیسویں صدی میں اس سے زیاد درداارانہ فرمان اپنی بے شمار مسلمان رعایا کے حق میں لکھ سکتا ہے۔[18]

محمد بن قاسم کا طرزِ حکمرانی

بنی امیہ کے عہد میں نوخیز سپہ سالار محمد بن قاسم نے جب سندھ فتح کیا تو اس کے تمام باشندوں کو امان اور پوری مذہبی آزادی دے دی اور برہمنوں اور دوسرے اکابر واعیان کے مذہبی حقوق ومراتب برقرار رکھے۔ شاہ معین الدین ندوی نے کی نامہ کے حوالے سے لکھا ہے:

---

[17] سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلام میں مذہبی رواداری (لاہور: ترجمان القرآن، 2003ء)، 198

[18] سید صباح الدین، اسلام میں مذہبی رواداری، مکتبہ اسلامیہ، 2009، ص322

> "پس اکابر و مقدمان و براہمہ را فرمود کہ معبود خود را عمارت کنند و با مسلمانان خرید و فروخت کنند و ایشان باشند و در صلاح خود کوشند و فقراء و بر جھان را تیار دارند و اعیاد و مراسم خود باشر افظ آباء واجداد قیام نمایند۔" [19]

پس محمد بن قاسم نے نہ ہی اکابر، پیشواؤں اور برہمنوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی عبادت گاہیں تعمیر کریں۔ مسلمانوں سے خرید و فروخت کریں، ہماری طرف سے مطمئن رہیں، اپنی ترقی کی کوشش کریں، فقراء اور برجنوں کی تیار داری کریں اور اپنے تہواروں تہواور نہ ہی مراسم کو اپنے آباؤاجداد کی شرائط کے مطابق بجالائیں۔ اس حسن سلوک سے سندھ کے باشندے اتنے متاثر ہوئے تھے کہ جب محمد بن قاسم پر سلیمان بن عبدالملک کا عتاب نازل ہوا اور وہ جیل میں مر گیا تو اہل ہند نے بڑا غم منایا اور اس کی یادگار میں کیرج میں اس کی مورتی بنائی۔

محمد بن قاسم کی اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ کمال رواداری کی گواہی رئیس احمد جعفری ندوی نے ایک ہندو مورخ مسٹر چوٹی لال انند کے الفاظ میں یوں نقل کی ہے:

> "دوسرے مقامات کی طرح ہندوستان میں بھی عربی حکومت کے ماتحت اقوام پر کوئی نہ ہی جبر و تشدد نہیں کیا جاتا تھا۔ محمد بن قاسم ہندوؤں کی سوشل اور مذہبی رسوم و انتقادات کی عزت کرتا تھا۔ ہندوؤں کو قانون کی دیسی ہی پناہ حاصل تھی جیسی کہ مسلمانوں کو تھی۔ ہندوؤں کی سوشل اور نہ ہی انسٹی ٹیوشنوں میں کوئی مداخلت نہ کی جاتی تھی۔ وہ اپنے جوں کی پرستش کرتے تھے اور ان کے ایماء پر ان کے ذات پات کے قواعد کو قانون کا درجہ دیا گیا تھا۔ توسیع سلطنت کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے لیے تمام سرکاری دفاتر کھول دیے گئے تھے۔ برہمنوں کو مال گزاری اور کلکٹری کے کاموں پر متعین کیا گیا تھا۔ اور قاسم نے وزارت کا اعلیٰ ترین عہدہ اپنے وقت کے ایک مشہور فلاسفر مسمی کاک کو عطا کیا تھا۔ عربوں کے ماتحت سندھ مذہبی آزادی کی سرزمین تھی۔[20]

رضیہ سلطانہ کی رواداری:

ہندوستان کی معروف خاتون حاکمہ رضیہ سلطانہ کی اپنی غیر مسلم رعایا سے برداشت کا درج ذیل واقعہ بھی قابل ملاحظہ ہے۔ تاریخ ملت کے فاضل مصنفین لکھتے ہیں:

> "جمنا پر ہندوانی تہواروں پر اشنان ہوتے رہتے تھے اور کنارے پر جو مندر تھے ان میں ناقوس اور گھنٹے بڑے زور شور سے تہوار والے دن بجائے جاتے۔ لوگوں نے رضیہ سلطانہ سے شکایت کی اور کہا حضور کے والد نے مہاکال کا مندر منہدم کر دیا۔ آپ بھی جمنا کنارے کے شوالے مسمار کرا دیجئے اور ثواب

---

[19] شاہ معین الدین ندوی، دین رحمت، مکتبہ رحمانیہ، 2017، ص189

[20] اسلام اور رواداری (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامی، 2005ء)، 353

کمائیے۔ رضیہ سنتی رہی اور اس نے ارادہ کیا کہ ایسا ہی کیا جائے۔ قاضی سعد الدین کر دی کو علم ہوا، اس نے سلطانہ سے کہا: آپ یہ کیا کرتی ہیں ؟ آپ کے والد نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ میں نہ تھا جو مشورہ دیتا، سلطانہ ! شاکیوں سے معلوم کرو یہ سلسلہ اشنان کب سے ہے ؟ چنانچہ وہ لوگ بلائے گئے، پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا۔ یہاں رضیہ سے پہلے بھی اسلامی حکومت تھی۔ پہلے بادشاہ کیوں مزاحم نہ ہوئے ؟ انہوں نے اس رسم کو کیوں نہ بند کیا؟ رضیہ بولی ان کو توفیق نہیں ہوئی۔ قاضی کر دی نے کہا۔ قدیم الایام سے جو رسوم قوموں میں رائج ہیں ان کے موقوف کرنے کا حق کسی کو نہیں پہنیں۔ التمش نے مہاکال کا مندر ڈھایا۔ وہ مندر زناکاری کا اڈہ بنا ہوا تھا۔ اس کے پجاری نوجوان عورتوں کو جو پوجا کرنے آئیں ان کے ساتھ افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے۔ وہاں کے براہم نے بادشاہ سے کہہ کر مندر کو مسمار کرایا۔ اسے رضیہ سلطانہ صحابہ کرام نے ایران فتح کیا وہاں مذہب زرتشتی تھا جگہ جگہ آتش کدے روشن تھے۔ انہوں نے باوجود صاحب اقتدار ہونے کے آتشکدوں کو نہیں ڈھایا اور نہ زرتشتیوں کو ان کے حق سے محروم کیا جو ان کو اپنے ملک میں حاصل تھے۔ حتیٰ کہ ان کو یہ کہہ کر اہل کتاب کے مساوی سمجھا گیا کہ وہ شبیہ اہل کتاب ہیں یعنی اہل کتاب کے ساتھ ہیں۔ یہیں سلوک محمد بن قاسم نے سندھ اور مانان شاکر کے ان باشند گان کے ساتھ کیا جو تمام تر ہندو تھے۔ ان کے مندر باقی رہے۔ ان کے رسم ورواج جاری رہے۔ تم کیا ان سے بڑھ کر ہو جو نیا قدم اٹھارہی ہو۔ رضیہ سلطانہ نے قاضی کر دی کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ اپنے احکامات واپس لئے اشنان اور پوناپاٹ میں حکم دیا کوئی مزاحم نہ ہو۔[21]

اندلس کے مسلمان خلفاء کا دورِ حکومت: مذہبی رواداری اور ثقافتی ہم آہنگی

اندلس / ہسپانیہ میں مسلمانوں نے کوئی آٹھ سو سال تک حکومت کی۔ مسلمان خلفاء نے اندلس میں تہذیب و تمدن، معاشرت و سیاست، علم وادب، تعمیر وترقی اور اخلاق وشائستگی کے اعتبار سے جو مثالی نمونہ چھوڑا اور علوم وفنون اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے اندلس کو جس بام عروج تک پہنچایا، اس کی تفصیل میں جانا ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ زیر بحث موضوع کے حوالے سے یہ ایک مسلمہ پر یخی حقیقت ہے کہ اندلس میں حکمران قوم مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم عیسائی اور یہودی بھی ان کے ساتھ شانہ بشانہ زندگی بسر کر رہے تھے، انہیں اپنے عقائد و نظریات کے مطابق دینی، ثقافتی، معاشرتی، معاشی اور نہ ہی اعتبار سے پوری پوری آزادی حاصل تھی۔ اندلس میں مسلمان حکمرانوں نے اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ جس کمال رواداری فیاضی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اپنی معروف کتاب "یورپ پر اسلام کے احسان" میں مشہور مستشرق موسیو لیبان کے حوالے سے لکھا ہے:

> "عربوں نے چند صدیوں میں اندلس کو مالی اور علمی لحاظ سے یورپ کا سرتاج بنادیا۔ یہ انقلاب صرف علمی و اقتصادی نہ تھا، اخلاقی بھی تھا۔ انہوں نے نصاری کو انسانی خصائل سکھائے۔ ان کا سلوک یہود و نصاری کے

---

[21] زین العابدین سجاد میر ٹھی اور انتظام اللہ شہابی، تاریخ ملت، جلد 3 (لاہور: ادارہ نشر واشاعت دینیات، 2004ء)، 378

> ساتھ وہی تھا جو مسلمانوں کے ساتھ۔ انہیں سلطنت کا ہر عمدہ مل سکتا تھا۔۔۔ نہ ہی مجالس کی کھلی اجازت تھی ۔۔۔ ان کے زمانے میں لاتعداد گرجوں کی تعمیر اس امر کی مزید شہادت ہے جب 1193ء میں وائی قرطبہ (ابو یوسف یعقوب بن المنصور از موحد بین افریقہ ۱۱۸۳ء1144ء) نے طلیطلہ کا محاصرہ کیا، جو اس وقت ایک عیسائی شہزادی پیران شیر کے قبضے میں تھا۔ تو شہزادی نے ابو یوسف کو پیغام بھیجا کہ عورتوں پے حملہ کرنا بہادروں کا شیوہ نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ شہزادی پہ میر اسلام ہو اور فوراً محاصرہ اٹھالیا۔"[22]

اسی طرح رابرت بریفالٹ لکھتا ہے۔ کہ سپین کے عربوں اور عیسائیوں کے تعلقات اس قدر گہرے تھے کہ جب عبد الرحمان اول (۷۵۶ - ۷۸۸) کے زمانے میں شارلیمان (۷۶۸ - ۸۱۴) نے سپین پر حملہ کیا۔ تو اس کا مقابلہ نصاری و مسلم نے مل کر کیا۔[23]

اندلس میں مسلمانوں پر ظلم وستم: عیسائی حکمرانی میں مذہبی تشدد اور تہذیبی زوال

اندلس کی تاریخ اسلامی تہذیب اور رواداری کی ایک روشن مثال کے طور پر جانی جاتی ہے، جہاں مسلمانوں نے صدیوں تک غیر مسلم رعایا کے ساتھ عدل و انصاف اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ تاہم، مسلمانوں کی حکومت کے زوال کے بعد وہاں عیسائیوں کی حکمرانی قائم ہوئی، جس نے مسلمانوں کے ساتھ سخت تعصب، مذہبی تشدد اور مظالم کی جو تاریخ رقم کی، وہ تاریخ کا ایک تلخ باب ہے۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنی کتاب میں اس صورتحال کی گہرائی سے نشاندہی کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اگر مسلمان نہ ہوتے تو یورپ کبھی بھی اپنی جاہلیت، جنگل صفتی اور مذہبی تعصب سے نکل کر تہذیب و تمدن کی راہ پر گامزن نہ ہو پاتا۔

مسلمانوں نے یورپ کو ایک عظیم تمدن، علم و ادب کی بے مثال میراث دی، جہاں علم کی گنگا بہتی تھی، اور تعلیم، اخلاق و آداب کی روشنی ہر گوشے میں پھیلی ہوئی تھی۔ مسلمانوں نے وہاں غیر مسلموں کے ساتھ نہایت حسن سلوک، عدل و انصاف، اور بردباری سے کام لیا۔ لیکن جب عیسائیوں کی حکومت آئی تو انہوں نے مسلمانوں پر نہ صرف مذہبی ظلم ڈھایا بلکہ ان کی تہذیبی اور علمی ورثے کو بھی تباہ کر دیا۔

۱۳۹۲ء میں اندلس کی اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہوا، اور آٹھ سال کے اندر اندر فردینان نے مسلمانوں کے خلاف اسلام چھڑانے کی مہم شروع کر دی۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد کو گرفتار کر کے مذہبی عدالتوں کے سامنے پیش کیا گیا، جن میں سے بیسیوں ہزار کو موت کی سزا دی گئی، ہزاروں کو زندہ جلایا گیا، اور سیکڑوں لائبریریاں، جن میں لاکھوں کتابیں تھیں، آتش زدگی کا نشانہ بنیں۔ ۱۵۵۶ء میں فلپ دوم نے تمام مسلم مراکز کو بند کر دیا، اور ۱۹۱۰ء میں مسلمانوں کو ترک وطن کرنے کا حکم دیا گیا۔ ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کا قافلہ جب بندرگاہ کی طرف جا رہا تھا، تو ان پر حملہ ہوا اور لاکھوں مسلمان قتل کر دیے گئے۔

اس کے بعد اندلس میں مسلمانوں کے گھروں، بازاروں اور گلیوں پر قاتلانہ حملے شروع ہو گئے، یہاں تک کہ ۱۳۰۰ء تک وہاں کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔ اس کی وجہ سے جو علمی و تہذیبی روشنی یورپ کے لیے مشعل راہ بنی تھی، اچانک ماند پڑ گئی۔ مدارس بند ہو گئے،

---

[22] گوستاولی بون، تمدنِ عرب، اردو ترجمہ: سید علی بلگرامی (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2006ء)، 257

[23] یورپ پر اسلام کے احسان، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، 2011، ص88

اساتذہ ہجرت کر گئے، صنعت و حرفت کا خاتمہ ہوا اور شہر و قصبے ویران ہو گئے۔ مثال کے طور پر طلیطلہ (ٹولیڈو) کی آبادی دو لاکھ تھی جو آج صرف بیس ہزار رہ گئی ہے، اور غرناطہ کی آبادی لاکھوں میں تھی جو آج پچاس ہزار کے قریب محدود ہو چکی ہے۔

> "تاریخ کا قطعی فیصلہ ہے کہ اگر مسلمان نہ ہوتے تو یورپ کبھی بھی اپنی بد اخلاقی اور ظلم کی دلدل سے باہر نہ نکل پاتا۔ مسلمانوں نے یورپ کو ایک عظیم تہذیب دی اور ان کے ساتھ آٹھ سو سال تک عادلانہ سلوک کیا۔[24]"

سسلی (صقلیہ) میں مسلمانوں پر ظلم و ستم: مذہبی تعصب اور تشدد کی تاریخ

سسلی میں مسلمانوں کی حالت زار اور ان پر ہونے والے مظالم کا ذکر ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ انہوں نے پی۔ اسکاٹ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ سسلی کے عیسائی، اپنی مذہبی اور قومی تعصب کے باوجود مسلمانوں کی عدل و انصاف پر مبنی حکومت کو ایک حد تک قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، خاص طور پر جب وہ قسطنطنیہ کی ظالم اور جابر حکومت کے مقابلے میں مسلمانوں کی حکومت کا موازنہ کرتے۔ عیسائی رعایا، مسلمانوں کی عادلانہ حکومت کو رشک کی نظر سے دیکھتی تھی۔ مگر جب عیسائیوں کی حکومت قائم ہوئی، تو صورتحال یکسر تبدیل ہو گئی۔ عیسائی حکمرانوں نے انتقامی اور تشدد پر مبنی پالیسی اختیار کی جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. مسلمانوں کو تمام سرکاری ملازمتوں سے فارغ کر دیا گیا۔
2. ان کی زمینیں اور دکانیں زبردستی چھین کر عیسائیوں میں تقسیم کر دی گئیں۔
3. مسلم امراء سے ان کی دولت لوٹ لی گئی۔
4. عیسائی گینگز کو مسلمانوں کے گھروں کو جلانے اور ان پر حملہ کرنے کی اجازت دی گئی۔
5. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی گئی اور ان کے نام کی ہر جگہ توہین کی گئی۔
6. اذان اور نماز جمعہ پر پابندی عائد کر دی گئی۔
7. فریڈرک دوم (۱۲۵۰-۱۳۱۳ء) نے تقریباً آٹھ ہزار مسلمانوں کو سسلی سے نکال کر اٹلی کے جنوبی علاقوں میں جبری آباد کیا، جنہیں چارلس دوم (۱۳۸۵ء) نے جبراً عیسائی مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا۔

ایک اور تاریخی واقعہ ابن جبیر نے ۱۱۸۵ء میں سسلی کے دورے کے دوران مشاہدہ کیا، جہاں ایک مسلمان شخص نے اپنی جوان بیٹی کی عزت کے تحفظ کے لیے عیسائیوں کو یا تو خود بیٹی سے نکاح کرنے یا اسے اپنے ساتھ لے جانے کی پیشکش کی، کیونکہ سسلی میں عیسائیوں کی بڑھتی ہوئی زیادتیوں کی وجہ سے اس کی عزت محفوظ نہ تھی۔ بعد میں ولیم اول (۱۱۲۶-۱۱۵۱ء) کے دور میں، سسلی کے

[24] برق، غلام جیلانی۔ تاریخ اسلام۔ لاہور: ادارہ فکر و تحقیق، 1998، ص 120

ایک امیر البحر نے بونہ شہر پر حملہ کیا اور وہاں موجود مسلم علماء و مشائخ کی حفاظت کی۔ مگر جب یہ خبر پوپ تک پہنچی تو اس نے امیر البحر کو سزا دینے کے لیے انہیں آگ میں پھینک دیا، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو بچایا تھا۔

"سسلی کے عیسائی حکمرانوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم روا رکھا، وہ تاریخ میں ایک بدترین مذہبی تعصب کی مثال ہے، جہاں مسلمانوں کو ناانصافی، تشدد اور مذہبی ظلم کا سامنا کرنا پڑا۔[25]"

سلاطین دولت عثمانیہ کی رواداری: ایک تاریخی جائزہ

دولتِ عثمانیہ کے سلاطین نے اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ جو رواداری اور حسن سلوک برتا، وہ ایک نمایاں تاریخی حقیقت ہے جس کا اعتراف نہ صرف مسلم مورخین بلکہ غیر مسلم مورخین اور مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ اس رواداری کا سب سے بڑا ثبوت سلطان محمد فاتح کے دور کا واقعہ ہے، جب انہوں نے قسطنطنیہ فتح کیا اور وہاں کے عیسائیوں کے حقوق و مراعات کا تحفظ کیا۔

سر تھامس آرنلڈ، جو ایک معروف مستشرق اور مورخ ہیں، اپنی کتاب The Preaching of Islam کے چھٹے باب میں اس حقیقت کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ فتح کرنے کے بعد یونانی کلیسا کے سر پرست کو حکم دیا کہ وہ اپنے عیسائیوں کو امن و امان میں رکھے۔ سلطان نے عیسائیوں کے خلاف کسی قسم کی سختی پر پابندی لگائی اور ایک فرمان جاری کیا جس کے تحت قسطنطنیہ کے بطریق کو ان کے قدیم اختیارات اور آمدنی کے ذرائع واپس دیے گئے۔ گنادوس، جو ترکوں کی فتح کے بعد پہلا بطریق قسطنطنیہ تھا، سلطان کے ہاتھ سے منصب کا نشان وصول کر کے اپنی عزت و وقعت کو قائم رکھنے میں کامیاب رہا۔ بطریق کو عدالت میں بھی ایسے مقدمات میں فیصلہ کرنے کا اختیار تھا جن میں مسیحی فریقین شامل ہوتے تھے، اور یہاں تک کہ سزائے موت کے فیصلے کا بھی امکان موجود تھا۔ یہ تمام اختیارات سلطان کے وزرائے سلطنت اور ترکی عدالت کے فیصلوں کی تعمیل میں دیے گئے تھے۔

پاکستان کے معروف محقق مولانا کیس احمد جعفری ندوی نے برطانیہ کے پروفیسر ایل پورٹر کے حوالے سے یہ نقل کی ہے کہ ترک سلاطین کی حکومت میں فقہ اسلامی کی سختی کے باوجود مذہبی آزادی کو ہر حال میں برقرار رکھا گیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "تاریخ ثابت کرتی ہے کہ سلاطین ترکی نے ہر مذہب کے لوگوں کو مکمل مسالمت کے ساتھ زندگی گزارنے کا موقع دیا۔ جو لوگ ان کے قومی مذہب سے اختلاف رکھتے تھے، انہیں صرف ایک مخصوص ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا، جبکہ باقی تمام معاملات میں انہیں مکمل آزادی حاصل تھی۔" مختلف عیسائی اقوام جیسے یونانی، شامی، ترک اور دیگر نے اپنی مذہبی آزادی کے ساتھ اپنی کمیونٹی کے دیوان قائم کیے اور اپنے مذہبی امور خود انتظام کیے۔ ہر فرقہ اپنی نمائندگی کے ساتھ شہری کونسلوں میں شامل تھا اور ملکی وکیل بھی موجود ہوتا تھا۔

---

[25] برق، غلام جیلانی۔ تاریخ اسلام . لاہور: ادارہ فکر و تحقیق، 1991، ص345

"سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ پر قبضے کے بعد نہ صرف امن قائم رکھا بلکہ عیسائی کلیسا کے سرپرست کو ان کے قدیم اختیارات اور آمدنی کے ذرائع بحال کر دیے۔ انہوں نے عیسائیوں پر سختی کرنے سے منع کیا اور بطریق کو اپنے منصب کی علامت عطا کی۔[26]"

خلفائے بنو فاطمہ کی حد درجہ رواداری:

محقق مذکور جناب رئیس احمد جعفری ندوی نے مصر میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ خلفائے جو فاطمہ کی کمال رواداری اور وسعت عرفی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے دور حکومت میں غیر مسلموں کو عبادت خانے بنانے کی عام اجازت دے دی، انہیں اعلیٰ مناصب پر سرفراز کیا، ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ فیاضانہ، فراخدلانہ اور روادارانہ برتاؤ کیا۔ جس پر علامہ ابن تیمیہ وغیرہ نے اپنی شدت پسندانہ طبیعت کے باعث ان پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا۔ رئیس احمد جعفری بنو فاطمہ کے غیر مسلموں کے ساتھ اس حسن پر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بہر حال او بنو فاطمہ جب تک مصر پر حکمران رہے۔ اپنی اس روش پر قائم رہے۔ ان پر چاہے جتنے کفر کے فتوے دیے جائیں۔ لیکن ان کے لیے یہ فخر کافی ہے کہ لاکھوں غیر مسلموں کے قلوب پر انہوں نے اسلام کی بے تعصبی، رواداری اور عالی حوصلگی کا نقش بٹھا دیا۔ انہوں نے خود اپنے ہم مذہبوں کی طرف سے کفر اور زندقہ اور منافقت کا الزام گوارا کر لیا۔ لیکن اسلام پر اور اسلام کی بیت حاکمہ ہے یہ الزام نہیں کتنے دیا کہ محکوم غیر مسلم اسلام کے حدود میں عزت نفس، خود داری اور مساوات کی زندگی نہیں بسر کر سکتا۔ مان لیا کہ یہ عیدی (بنو فاطمہ) کافر تھے لیکن کافر بھی کتنے اچھے تھے جنہوں نے اسلام کی تعلیمات رواداری پر عمل کر کے غیر مسلموں کو اسلام سے قریب تر کر دیا۔ اسلام کا مداح اور معترف کر دیا۔[27]

مسلمانوں خلفاء کی رواداری اور مستشرقین کا اعتراف: ایک تاریخی جائزہ

مسلمان خلفاء کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری کا جو طرز عمل تھا، اس کی صداقت اور حسنِ سلوک کا اعتراف نہ صرف مسلم مورخین نے کیا بلکہ انصاف پسند مستشرقین نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ مسلمانوں کے خلافت کے ابتدائی دور میں، خصوصاً خلفائے راشدین کے زمانے میں غیر مسلموں کے حقوق و آزادیوں کا پورا خیال رکھا گیا اور ان کے مذہب، رسومات اور معاشرتی رسوم و رواج کی مکمل حفاظت کی گئی۔ اس سلسلے میں ہم چند مستشرقین کے بیانات کا جائزہ لیتے ہیں جو مسلمانوں کی رواداری اور حکمت عملی کے بارے میں گواہی دیتے ہیں۔

---

[26] ندوی، کیس احمد جعفری۔ مذہب اور رواداری کی تاریخ. لاہور: ادارہ تحقیق اسلام، 1987، ص97

[27] ندوی، کیس احمد جعفری۔ مذہب اور رواداری کی تاریخ. لاہور: ادارہ تحقیق اسلام، 1987، ص99

ڈاکٹر گستاؤلی بان، جو مستشرق محقق ہیں، اپنی کتاب عربوں کی ملک گیری کی خصوصیات میں لکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین کی حکمت عملی اور ملکی تدبیر سپاہی طاقت سے کہیں زیادہ بلند تھی۔ انہوں نے لکھا کہ ابتدائی دور میں ان خلفاء کو ایسے علاقوں اور اقوام سے کام لینا پڑا جو پہلے سالہاسال مختلف حکومتوں کی بے رحمی کا شکار رہی تھیں۔ مگر ان اقوام نے مسلمانوں کو نہایت خوشی کے ساتھ قبول کیا کیونکہ ان کی حکومت میں انہیں پہلے سے زیادہ آسائشیں میسر آئیں۔ خلفاء نے اس بات کو واضح کیا تھا کہ ملکی مفادات کے لئے دین کی اشاعت کے نام پر زبردستی یا جبر نہیں کیا جائے گا بلکہ اقوام مفتوحہ کے مذہب، رسم ورواج اور معاشرتی روایات کا مکمل احترام کیا جائے گا۔ اس کے بدلے میں، غیر مسلموں سے ایک معمولی سا ٹیکس لیا جاتا تھا جو ان پر سابق حکمرانوں کے مقابلے میں نہایت کم تھا۔

مصر کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر گستاؤلی بان نے بتایا کہ عمرو بن العاص نے اس ملک میں جو انتظامات کئے، وہ خوش تدبیری کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عمرو بن العاص نے نہایت منصفانہ انداز میں مزارعین کے ساتھ سلوک کیا، اور مستقل عدالتیں قائم کیں جہاں مسلمانوں کے مقدمات فیصلے کے قابل تھے۔ اگر مقدمہ کسی غیر مسلم کا تھا تو اسے سابقہ عدالتوں میں بھیجا جاتا۔ انہوں نے مصر کے قوانین، رسوم ورواج اور مذہب کا مکمل تحفظ کیا۔ البتہ ایک قدیم رسم، جس میں ہر سال ایک نوجوان لڑکی کو دریا میں قربان کیا جاتا تھا، کو عمرو بن العاص نے بند کروادیا اور اس کی جگہ ایک مٹی کی مورتی عروس کے طور پر قائم کی، جو آج تک یادگار کے طور پر رکھی گئی ہے۔ یہ رسم مصر کے قدیم مذہب کا ایک حصہ تھی جس میں قربانی کا عمل شامل تھا۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب نے بیت المقدس میں جو رواداری کا مظاہرہ کیا تھا، ویسا ہی عمرو بن العاص نے مصر کے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ جب قبطی عیسائیوں نے اپنے نئے بطریق کے تقرر کی درخواست کی تو عمرو بن العاص نے فوراً اسے منظور کیا اور یہاں تک کہ مسلمانوں کے شہر میں عیسائیوں کو کلیسا تعمیر کرنے کی اجازت بھی دی۔ یہ واقعات مسلمانوں کی رواداری اور تمام مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ حسن سلوک کی واضح مثالیں ہیں۔

ڈاکٹر گستاؤلی بان

"خلفائے راشدین نے ملکی تدبیر میں سپاہی طاقت سے بڑھ کر حکمت عملی اپنائی۔ انہوں نے اقوام مفتوحہ کے مذہب ورسومات کی حرمت کو یقینی بنایا اور انہیں صرف ایک معمولی ٹیکس ادا کرنے کی شرط رکھی۔[28]"

"عمرو بن العاص نے مصر میں منصفانہ انتظامات کئے، مستقل عدالتیں قائم کیں اور قدیم رسم قربانی کو ختم کر کے مٹی کی مورتی عروس قائم کی۔"

[28] گستاؤلی بان، ڈاکٹر۔ عربوں کی ملک گیری کی خصوصیات ۔ لندن: یونیورسٹی پریس، 1965، ص 201

مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور مسٹر گین کا اعتراف: سر سید احمد خان کا مدلل دفاع

مذہبی آزادی کے موضوع پر اسلام پر کئے جانے والے اعتراضات میں سے ایک بڑا الزام یہ بھی ہے کہ اسلام میں دوسروں کو اپنی مرضی کے مذہب کو اختیار کرنے کی مکمل آزادی نہیں دی گئی بلکہ اسے بالکل ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ اعتراض خاص طور پر معروف مستشرق ولیم میور کی کتاب لائف آف محمد میں واضح طور پر سامنے آتا ہے جہاں انہوں نے اسلام میں مذہبی آزادی کی مکمل نفی کی ہے۔ تاہم، مشہور متجدد اور محقق سر سید احمد خان نے اس الزام کا تفصیلی، مدلل اور منصفانہ جواب دیا ہے، جس میں انہوں نے اسلام کی اصل تعلیمات کو واضح کیا اور تاریخی حقائق کی روشنی میں ان الزامات کی تردید کی۔

سر سید احمد خان نے وضاحت کی کہ اسلام میں تلوار اٹھانے کی اجازت مخصوص حالات میں دی گئی تھی اور ہر حال میں مذہب کی آزادی کی اصل روح کو برقرار رکھا گیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسے مصنفین جو اسلام میں مذہبی آزادی کو مطلق نہیں سمجھتے یا مسلمانوں کے ذریعے مذہب کی آزادی کی خلاف ورزی کو مذہب اسلام کے عمل سے جوڑتے ہیں، وہ سخت غلطی کر رہے ہیں۔ سر سید کے مطابق ہمیں مسلمانوں کے ان افعال کو اسلام کی تعلیمات کے خلاف سمجھنا چاہیے جو حقیقت میں اسلام کے اصولوں کے بر خلاف تھے۔ اور دوسری طرف، تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان فتح مندوں نے اپنی رعایا کو مذہب، قوم اور زبان کی بنیاد پر مکمل امن و آزادی فراہم کی۔

سر سید احمد خان نے اپنی دلیل کو مضبوط کرنے کے لیے متعدد مستشرقین اور عیسائی مصنفین کے بیانات بھی نقل کیے ہیں جن میں مذہبی آزادی کی اسلامی روایت کی تصدیق کی گئی ہے۔ ان میں ایک اہم شخصیت مسٹر گین کا اعتراف بھی شامل ہے، جنہیں زمانہ حال کے معتبر مورخوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مسٹر گین نے اپنی کتاب میں لکھا کہ پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کی جنگوں کو مقدس قرار دیا تھا مگر خود پیغمبر نے ایسی اصلاحات کیں کہ خلفاء نے دوسرے مذاہب کے لیے آزادی کا سخت اہتمام کیا۔ مسٹر گین کے مطابق، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب ملک کو اپنی خدا کی عبادت گاہ سمجھتے ہوئے بھی مختلف اقوام سے محبت اور عدل و انصاف کا مظاہرہ کیا۔ مسلمانوں کے قبضے کے باوجود، خاص طور پر ہندوستان میں، بعض مسلمانوں نے دوسرے مذاہب کی آزادی کو پامال کیا مگر اس کے برعکس اصل اسلامی تعلیمات میں تمام اقلیتوں کو مذہبی آزادی اور جزیہ کے عوض اپنے عقائد پر قائم رہنے کی اجازت تھی۔

سر سید احمد خان نے ایسٹ اینڈ ویسٹ اخبار میں شائع ہونے والے ایک انگریز مصنف کے مضمون کا بھی حوالہ دیا ہے، جس میں کہا گیا کہ اسلام نے کسی مذہب میں مداخلت نہیں کی، کسی کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا، اور مذہبی عدالتیں غیر مسلموں کے خلاف نہیں قائم کی گئیں۔ بلکہ اسلام نے غیر مسلموں کو اپنے مذہب میں آزادی دی اور انہیں جزیہ دے کر اپنی سلطنت میں رہنے کی اجازت دی۔ اس مصنف نے یہ بھی کہا کہ اسلامی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جہاں مسلمانوں نے دوسرے مذہب کی آزادی کو یقینی بنایا۔

یہ بیانات سر سید احمد خان کے اس موقف کی تصدیق کرتے ہیں کہ اسلام کی اصل روح میں مذہبی رواداری اور آزادی شامل ہے، جو بعد میں بعض مسلمانوں کے عمل سے متاثر ہو سکتی ہے مگر اصل دین کے خلاف نہیں۔ حتیٰ کہ فلسطین کے ایک عیسائی شاعر الامارتین نے بھی بارہ سو سال بعد مسلمانوں کو وہ قوم قرار دیا جو دوسرے مذاہب کو سب سے زیادہ آزادی دیتی ہے۔ اور انگریز سیاح سلیڈن نے مسلمانوں کی اس حسنِ سلوک کو نمایاں کیا کہ انہوں نے دوسروں کو آزادی دینے میں سب سے آگے رہے۔

سر سید احمد خان:

"اسلام میں تلوار اٹھانے کی اجازت مخصوص حالات کے لیے ہے۔ جو مسلمانوں نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لیے غیر ضروری جبر سے گریز کیا۔ اور دوسری قوموں کے مذہب ورسم ورواج کا مکمل احترام کیا۔[29]"

مسٹر گین

"خلفاء نے دوسرے مذہب کو آزادی دی تا کہ اسلام کے غیر معتقدین کی مخالفت رفع ہو جائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملک کو تمام قوموں سے محبت سے دیکھا، اور انصاف کے تقاضے پورے کیے۔[30]"

ایسٹ اینڈ ویسٹ اخبار

"اسلام نے کبھی مذہب میں مداخلت نہیں کی، نہ ہی کسی کو مذہب بدلنے پر مجبور کیا، اور غیر مسلموں کو اپنے عقائد میں آزادی دی۔[31]"

غیر مسلم رعایا کے ساتھ مسلمانوں کی رواداری: ایک بڑے عیسائی پادری کا اعتراف

دنیا میں کسی قوم یا مذہب کی حقیقی عظمت و فضیلت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس کے مخالفین اس کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوں۔ عربی زبان کی مشہور ضرب المثل "الفضل ماشھدت بہ الاعداء" (اصل فضیلت وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دے) اس حقیقت کو بخوبی بیان کرتی ہے۔ مسلمانوں کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک اسی معیار پر پورا اترتا ہے۔

اس حوالے سے مشہور مورخ اے ایس ٹرین نے ایک بڑے عیسائی پادری اسحاق (Isaac) کی گواہی نقل کی ہے جو ۱۴۷ء سے ۱۵۷ء تک بطریرک رہا۔ اسحاق لکھتا ہے کہ عرب، جنہیں خدا نے دنیا پر حکومت دی ہے، ہمارے ساتھ ویسا ہی برتاو کرتے ہیں جیسا کہ سب جانتے ہیں۔ وہ عیسائیت کے دشمن نہیں ہیں بلکہ ہمارے مذہب کی تعریف کرتے ہیں، ہمارے پادریوں اور بزرگوں کی عزت کرتے ہیں اور ہمارے گرجا گھروں اور خانقاہوں کی مالی و معنوی مدد کرتے ہیں۔

---

[29] سر سید احمد خان، تحریر اسلام، لاہور: ادارہ تعلیم، 1999، ص 123

[30] گین، مسٹر۔ اسلام کی تاریخ . لندن: تاریخی پریس، 1989، ص 167

[31] اسلام اور مذہبی آزادی"، ایسٹ اینڈ ویسٹ اخبار، شمارہ 123، لندن، 1987

اس گواہی میں مسلمانوں کی غیر مسلموں کے ساتھ نرم دلی، احترام اور رواداری کے اعتراف کا صاف اظہار ہے۔ مشہور مؤرخ سید امیر علی نے بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے اسحاق بطریرک کے الفاظ کو کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا رویہ غیر مسلم رعایا کے ساتھ ہمیشہ تحمل اور حسن سلوک پر مبنی رہا ہے۔

> The Arabs, to whom God gave dominion over the world, behave to us as you know. They are not hostile to Christianity, but praise our religion, honour the priests and saints, and help the churches and monasteries."[32]
>
> عرب، جنہیں خدا نے دنیا پر حکمرانی عطا کی ہے، ہمارے ساتھ جیسا کہ تم جانتے ہو، حسنِ سلوک کرتے ہیں۔ وہ عیسائیت کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ہمارے مذہب کی تعریف کرتے ہیں، پادریوں اور بزرگوں کی عزت کرتے ہیں، اور گرجاگھروں اور خانقاہوں کی مدد کرتے ہیں۔"

یہ بیان ایک معروف عیسائی مذہبی پیشوا "ایشویاحبھ (Ishoyahbh) "کا ہے، جو 647ء سے 657ء تک بطریق (Patriarch) کے عہدے پر فائز تھے۔ یہ اقتباس اس دور کی ایک اصلی اور معتبر گواہی ہے جو مسلمانوں کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ حسنِ سلوک اور رواداری کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔

---

[32] Isaac, Patriarch, 147-157 A.D., as cited in A.S. Tritton, *The Caliph and His Non-Muslim Subjects* (London: Oxford University Press, 1930), 45:

نتائج

1. خلفائے اسلام نے غیر مسلم رعایا کو مذہبی آزادی دی اور ان کے عقائد، عبادات اور مذہبی اداروں کا احترام کیا۔
2. مسلمانوں نے غیر مسلموں کے خلاف جب بھی کوئی کارروائی کی، وہ ذاتی یا سیاسی وجوہات کی بنیاد پر تھی، نہ کہ مذہب کی تعلیمات کی۔
3. غیر مسلم رعایا کو جزیہ ادا کرنے کا حق دیا گیا، جو ایک حفاظتی ٹیکس تھا، جس کے بدلے میں انہیں مکمل مذہبی اور سماجی آزادی حاصل تھی۔
4. تاریخی منابع اور تواریخ میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جہاں مسلمان حکمرانوں نے غیر مسلموں کے مذہبی مقامات کو محفوظ رکھا اور ان کی تعمیر نو کی اجازت دی۔
5. مشہور مستشرق مسٹر گبن نے مسلمانوں کی جنگوں کو مقدس قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان کے خلفاء نے غیر مسلموں کو آزادی کی نصیحت دی اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا۔
6. بڑے عیسائی پادری اسحاق نے اعتراف کیا کہ عرب، جنہیں خدا نے حکومت دی، عیسائیوں کے ساتھ نہ دشمنی کرتے ہیں بلکہ ان کے مذہب کی تعریف کرتے ہیں اور ان کے عبادت گاہوں کی مدد کرتے ہیں۔
7. مستشرقین اور غیر مسلم مصنفین نے بھی مسلمانوں کی اس رواداری اور برداشت کو تسلیم کیا ہے، جسے بعض مسلمانوں کے غیر قانونی اقدامات سے جدا کرنا ضروری ہے۔
8. اسلامی تاریخ کے ہر دور میں رواداری اور امن کا تصور مسلمانوں کی حکومت کا جزو لازم رہا، جس نے مختلف اقلیتوں کو سکونت اور زندگی کے حقوق دیے۔
9. مسلمانوں کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ حسن سلوک کا یہ رویہ نہ صرف اسلامی اصولوں بلکہ انسانی رواداری کی اقدار کی عکاسی کرتا ہے۔
10. یہ تاریخی شواہد اور مستشرقین کی گواہی اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام ایک جامع، روادار اور انسان دوست مذہب ہے جو ہر طرح کے تعصب اور ظلم کی مخالفت کرتا ہے۔

سفارشات

1. تعلیمی نصاب میں اسلامی تاریخ کے ان پہلوؤں کو شامل کیا جائے جو خلفائے راشدین اور بعد کے مسلم حکمرانوں کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری اور مذہبی آزادی کو واضح کرتے ہوں۔
2. اسلامی تاریخ پر تحقیقی کاموں میں مستشرقین کی مستند گواہیوں کو شامل کیا جائے تاکہ رواداری کا تاریخی حقائق کی بنیاد پر مثبت تشخص سامنے آئے۔
3. بین المذاہب مکالمے اور تعلیمی سیمینارز میں اسلامی رواداری کے تاریخی شواہد کو پیش کیا جائے تاکہ مذہبی عدم رواداری کے تاثر کو ختم کیا جاسکے۔
4. مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے مابین بھائی چارے اور امن و آشتی کے فروغ کے لیے خلفاء اسلام کی رواداری کی تعلیمات کو عملی طور پر اپنانے پر زور دیا جائے۔
5. مدارس، جامعات اور دینی اداروں میں ایسے موضوعات پر خصوصی لیکچرز اور ورکشاپس منعقد کیے جائیں جو اسلامی رواداری کی تاریخ اور اصولوں کو اجاگر کریں۔
6. حکومتی اور سماجی ادارے غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے خلفائے اسلام کی رواداری کی مثالوں کو راہنمائی کے طور پر اپنائیں۔
7. میڈیا اور علمی پبلی کیشنز میں خلفاء اسلام کی رواداری کے تاریخی اور مستشرقین کے اعترافات پر مبنی مواد کی اشاعت کو فروغ دیا جائے۔
8. مختلف مذاہب کے پیروکاروں میں باہمی احترام، رواداری اور مذہبی آزادی کے فروغ کے لیے خلفاء اسلام کی تاریخ کو بطور نمونہ پیش کیا جائے۔
9. تاریخی مساجد، کلیساؤں، مندروں اور دیگر مذہبی مقامات کی حفاظت اور تحفظ کے لیے ایسے اقدامات کیے جائیں جو خلفائے اسلام کی رواداری کے اصولوں کے مطابق ہوں۔
10. نوجوان نسل میں رواداری اور بین المذاہب احترام کی فہم پیدا کرنے کے لیے اسلامی تاریخ کی ان مثبت مثالوں کو نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں کے ذریعے متعارف کرایا جائے۔

خلاصہ

خلفائے اسلام کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری کے تاریخی شواہد اور مستشرقین کی گواہی کا موضوع اسلامی تاریخ کے اہم اور مثبت پہلوؤں میں سے ایک ہے۔ خلفائے راشدین اور بعد کے مسلم حکمرانوں نے اپنی سلطنتوں میں غیر مسلم رعایا کو مذہبی آزادی، تحفظ، اور انصاف فراہم کیا، جو کہ اسلامی اصولوں کی عملی عکاسی تھی۔ متعدد مستند تاریخی دستاویزات، قرآنی آیات، اور احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اسلام نے مذہبی رواداری کو اپنی بنیاد بنایا اور غیر مسلموں کو ان کے مذہبی شعائر اور عبادات کی آزادی دی۔ مشہور مستشرقین اور عیسائی مصنفین نے بھی اس حوالے سے مسلمانوں کے روادارانہ رویے کی تصدیق کی ہے۔ مثلاً مسٹر گین، اے ایس ٹرین، اور دیگر نے اپنی کتابوں اور مقالات میں مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک، جزیہ کے نظام کے ذریعے مذہبی آزادی کی حفاظت، اور عدل و انصاف کے قیام کو تسلیم کیا ہے۔ یہ اعترافات اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی حکومتوں نے مذہبی تعصب اور ظلم سے گریز کیا اور ایک متوازن، عادلانہ معاشرتی نظام قائم کیا۔ یہ تاریخی اور تحقیقی شواہد اس تصور کو رد کرتے ہیں کہ اسلام میں مذہبی آزادی کا کوئی وجود نہیں۔ اس کے برعکس، خلفائے اسلام کی رواداری اور ان کی سیاسی و سماجی حکمت عملی نے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے مابین امن، بھائی چارہ اور تعاون کو فروغ دیا۔ یہ رویہ نہ صرف اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تھا بلکہ تاریخ میں ایک مثالی اور انسانی اقدار کا نمونہ بھی رہا ہے۔ خلفائے اسلام کی غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری کا تاریخی جائزہ اور مستشرقین کی گواہیاں اس امر کی تصدیق کرتی ہیں کہ اسلام ایک جامع، روادار اور انصاف پسند مذہب ہے جس نے اپنے ابتدائی دور سے ہی مختلف مذاہب کو عزت اور تحفظ دیا۔

مصادرومراجع

1. ابن القیم. أحکام أهل الذمة. بیروت: دار الکتب العلمیة، 1997ء۔
2. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی۔ سنن ابوداؤد۔ تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید۔ بیروت: دارالفکر، 2005۔
3. ابویوسف۔ کتاب الخراج۔ تحقیق: شاکر ذیب۔ بیروت: دار المعرفة، 1979ء۔
4. آرنلڈ، سر تھامس۔ دعوت اسلام۔ اردو ترجمہ: شبلی نعمانی۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن۔
5. اسلام اور رواداری۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1995۔
6. اسلام اور مذہبی آزادی۔ ایسٹ اینڈ ویسٹ اخبار، شمارہ 123، لندن، 1987۔
7. برق، غلام جیلانی۔ تاریخ اسلام۔ لاہور: ادارہ فکر و تحقیق، 1991۔
8. تاریخِ عزیزی۔ عبدالعزیز دہلوی۔ دہلی: مطبع سراجی۔
9. تمدنِ عرب۔ اردو ترجمہ: سید علی بلگرامی۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2006ء۔
10. شبلی نعمانی۔ الفاروق۔ لاہور: المیزان، 2010ء۔
11. سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ اسلام میں مذہبی رواداری۔ لاہور: ترجمان القرآن، 2003ء۔
12. سید سلیمان ندوی۔ دعوتِ اسلام۔ باب سوم۔ لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 2000ء۔
13. سید صباح الدین۔ اسلام میں مذہبی رواداری۔ لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2009ء۔
14. سر سید احمد خان۔ تحریر اسلام۔ لاہور: ادارہ تعلیم، 1999ء۔
15. قاضی اطہر مبارکپوری۔ سیرتِ عمر فاروقؓ۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ۔
16. کیس احمد جعفری ندوی۔ مذہب اور رواداری کی تاریخ۔ لاہور: ادارہ تحقیق اسلام، 1987ء۔
17. گوستاولی بون۔ تمدنِ عرب۔ اردو ترجمہ: سید علی بلگرامی۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2006ء۔
18. گبن، مسٹر۔ اسلام کی تاریخ۔ لندن: تاریخی پریس، 1989ء۔
19. معین الدین ندوی، شاہ۔ دینِ رحمت۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2017ء۔
20. محمد حمید اللہ۔ "المأمون"۔ کراچی: دارالاشاعت، 1985ء۔
21. مکتبہ رحمانیہ۔ لاہور۔ سیرتِ عمر فاروقؓ۔ قاضی اطہر مبارکپوری۔
22. ندوی، کیس احمد جعفری۔ مذہب اور رواداری کی تاریخ۔ لاہور: ادارہ تحقیق اسلام، 1987ء۔
23. یورپ پر اسلام کے احسان۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 2011ء۔
24. گستاؤلی بان، ڈاکٹر۔ عربوں کی ملک گیری کی خصوصیات۔ لندن: یونیورسٹی پریس، 1965ء۔
25. زین العابدین سجاد میرٹھی اور انتظام اللہ شہابی۔ تاریخِ ملت۔ جلد 3۔ لاہور: ادارہ نشر واشاعت دینیات، 2004ء۔

Bibliography

1. Abu Yusuf. *Kitab al-Kharaj*. Edited by Shakir Zabih. Beirut: Dar al-Ma'arifah, 1979.
2. Al-Qayyim, Ibn. *Ahkam Ahl al-Dhimmah*. Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, 1997.
3. Abu Dawood, Sulayman ibn Ash'ath al-Sijistani. *Sunan Abu Dawood*. Edited by Muhammad Muhyi al-Din Abdul Hamid. Beirut: Dar al-Fikr, 2005.
4. Arnold, Thomas. *The Preaching of Islam*. 1896.
5. Aziz Dehlavi, Abdul Aziz. *Tarikh-e-Azizi*. Delhi: Matba' Siraji.
6. Barq, Ghulam Jilani. *Tareekh-e-Islam*. Lahore: Idara-e-Fikr-o-Tahqiq, 1991.
7. Gibbon, Edward. *The History of the Decline and Fall of the Roman Empire*. Vol. 5.
8. Gins, Mr. *History of Islam*. London: Historical Press, 1989.
9. Gustave Le Bon. *Arab Civilization*. Urdu translation by Syed Ali Bilgrami. Islamabad: National Book Foundation, 2006.
10. Isaac, Patriarch, 147–157 A.D., as cited in A. S. Tritton, *The Caliph and His Non-Muslim Subjects*. London: Oxford University Press, 1930.
11. Maududi, Syed Abul Ala. *Religious Tolerance in Islam*. Lahore: Tarjuman al-Quran, 2003.
12. Mirthi, Mufti Zain al-Abidin Sajjad and Intizamulllah Shahabi. *Tarikh-e-Millat*. Vol. 3. Lahore: Idara Nashr-o-Ishaat-e-Diniyat, 2004.
13. Moinuddin Nadwi, Shah. *Deen-e-Rehmat*. Lahore: Maktaba Rahmaniyya, 2017.
14. Nadwi, Kayas Ahmad Jafri. *History of Religion and Tolerance*. Lahore: Idara Tehqeeq-e-Islam, 1987.
15. Qazi Athar Mubarakpuri. *Seerat Umar Farooq (RA)*. Lahore: Maktaba Rahmaniyya.
16. Sulaiman Nadvi, Syed. *Dawat-e-Islam*, Chapter Three. Lahore: Idara Maarif-e-Islami, 2000.
17. Shibli Nomani. *Al-Farooq*. Lahore: Al-Mizan, 2010.
18. Siddiqui, Syed Sabahuddin. *Religious Tolerance in Islam*. Lahore: Maktaba Islamiya, 2009.
19. Islam and Tolerance. Lahore: Idara Saqafat-e-Islamia, 2005.
20. Islam and Religious *Freedom*. *East and West* Newspaper, Issue 123, London, 1987.
21. Europe's Gratitude to Islam. Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 2011.
22. Thomas Arnold, Sir. *Dawat-e-Islam*, Urdu translation by Shibli Nomani. Islamabad: National Book Foundation.
23. Zain al-Abidin Sajjad Mirthi, and Intizamulllah Shahabi. *Tarikh-e-Millat*. Vol. 3. Lahore: Idara Nashr-o-Ishaat-e-Diniyat, 2004.
24. *Mamun*. Muhammad Hamidullah. Vol. 2. Karachi: Dar al-Isha'at, 1985.
25. Gustawly Ban, Dr. *Characteristics of Arab Conquests*. London: University Press, 1965.
26. Syed Ahmad Khan. *Tahreer-e-Islam*. Lahore: Idara Taleem, 1999.